دینی مدارس......روشن نقوش، تابناک تاریخ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کرتا ہے، انسان جن حالات سے دوچار ہوتا ہے، ان میں سے کوئی گوشہ نہیں، جس کو اسلام نے چھوڑا ہو، ایک ایسا مذہب جو عبادت اور زندگی کے چند رسوم اور طریقوں تک محدود نہ ہو، بلکہ پوری زندگی کو اس نے اپنے دائرے میں لے رکھا ہو، علم کی وسعت اور تحقیق و اجتہاد کے تسلسل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی لئے اسلام میں تمام ہی علوم اور خاص کر علم دین کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے ہر مسلمان پر علم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے، (ابن ماجہ، حدیث:۲۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حصول علم کے لئے نکلے وہ جب تک واپس نہ آجائے، اللہ کے راستے میں ہے، (ترمذی، حدیث:۲۶۴۷) علم دین دوسروں تک پہنچانے اور خود حاصل کرنے کی آپ ﷺ نے اس کثرت سے ترغیب دی کہ عہدِ نبوی ہی میں مسجد نبوی میں علم کے مذاکرہ کی مجلس منعقد ہونے لگیں، ایک بار آپ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، تو کچھ لوگوں کو ذکر میں مشغول دیکھا اور کچھ لوگوں کو علمی مذاکرہ میں مشغول پایا، آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، لیکن خود اپنے لئے علمی مذاکرہ کی مجلس منتخب فرمائی اور فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے ''دارِ ارقم'' کو تعلیم و ارشاد کا مرکز بنایا، جہاں آپ لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور دین کی تعلیم دیتے (اخبار مکہ للازرقی: ۱۲۲/۲) حضرت عمرؓ نے یہیں آکر اسلام قبول کیا اور آپ سے تعلیم پائی، مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ایک چبوترہ بھی تعمیر فرمایا جس پر معمولی سا چھپر بنا ہوا تھا، یہ طلبہ کی اقامتی درسگاہ تھی، جہاں دور دراز سے مسلمان آتے اور کسبِ فیض کرتے، اس کو ''صفہ'' کہا کرتے تھے، عام حالات میں اصحابِ صفہ کی تعداد ساٹھ ستر ہوا کرتی تھی، جو گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، قاضی اطہر مبارک پوری مرحوم نے ان کی تعداد چار سو تک نقل کی ہے، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر علماءِ صحابہ اس درسگاہ کے تربیت یافتہ اور پرداختہ تھے۔

آپ ﷺ کی سعی رہتی تھی کہ ہر قبیلہ اور علاقہ میں دینی تعلیم کا نظم ہو، چنانچہ آپ ﷺ مختلف قبائل میں بھی معلم متعین فرمایا کرتے تھے، مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی آپ نے مسلمانانِ مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لئے

حضرت معصب بن عمیرؓ کو بھیجا، سیرت کی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ فتح مکہ کے بعد وہاں حضرت معاذ بن جبلؓ کو معلم مقرر کیا، (طبقات ابن سعد: ۲/ ۳۴۸) بنوثقیف کی تعلیم وتربیت اور نماز کی امامت کے لئے حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو مامور فرمایا۔ (طبقات ابن سعد: ۵/ ۵۰۸) عمان کے لوگ مسلمان ہوئے، تو ان کی تعلیم وتربیت کے لئے حضرت علاء حضرمی کو بھیجا، (طبقات ابن سعد: ۱/ ۳۵۱) یمن کے مسلمانوں نے معلم کی درخواست کی، تو حضرت علیؓ کو متعین فرمایا، آپ ان کے معلم ومربی بھی تھے اور قاضی ومفتی بھی۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۲۶۷)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ دنیا کے کونہ کونہ میں پھیل گئے، اور وہاں تعلیم وتعلم کی محفلیں آراستہ کیں۔ مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، شام اور مصر، وہ خاص مقامات ہیں جہاں صحابہ کی بڑی تعداد فروکش ہوئی، لیکن عالم اسلام کا کوئی خطہ نہیں تھا جہاں ان برگزیدہ نفوس نے پہنچنے اور علم کا فیض جاری کرنے کی سعی نہ کی ہو، حالانکہ ان حضرات کو "مدینۃ النبی" کا قیام زیادہ محبوب ومرغوب تھا، لیکن اسلام اور علوم اسلامی کے جذبہ نے ان کو دور دراز علاقوں تک پہنچایا، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ خود عجم کی سرزمین سے امام ابوحنیفہؒ جیسا فقیہ، امام بخاری جیسا محدث اور حسن بصریؒ جیسا علوم باطنی کا رمز آشنا پیدا ہوا۔

اسلامی علوم کا دامن بہت وسیع ہے، لیکن عہدِ نبوی سے آج تک ان علوم میں تسلسل قائم ہے اور اس میں کبھی انقطاع نہیں پیدا ہوا، یہ دراصل اس پیشین گوئی کی تصدیق ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی تھی کہ ہر نسل میں اس عہد کے معتبر افراد کا بار اٹھائیں گے، جو اس دین میں کی جانے والی آمیزشوں اور باطل تاویلات سے دین کی حفاظت کریں گے۔ (مشکوۃ، حدیث نمبر: ۲۴۷)

مسلم سماج میں مساجد کا نظام ایک ایسا نظام ہے جس نے بنیادی دینی تعلیم کے نظام کو بہت آسان کر دیا ہے، ہر مسجد مدرسہ ہے اور امام مسجد معلم ومربی، ابتداءً زیادہ تر مدارس مساجد ہی میں ہوا کرتے تھے اور دین کی مبادیات کے سکھانے سے لے کر قرآن وحدیث اور فقہ وکلام کی اعلیٰ تعلیم تک کے مراکز یہی مسجدیں تھیں، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کا درس زیادہ تر مسجدوں ہی میں ہوتا تھا، بہ تقاضۂ حالات، رفتہ رفتہ مدرسوں کی مستقل عمارت بننے لگی، مؤرخین کا خیال ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مدارس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، اور اہل نیساپور ہیں، جن کو سب سے پہلے "مدرسہ بیہقیہ" کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی تعمیر کا شرف حاصل ہوا (کتاب الخطط والآثار: ۲/ ۳۶۲) اس کے بعد نیساپور میں کئی مدارس قائم ہوئے، پھر پانچویں صدی کے وسط میں وہ مشہور اسلامی جامعہ تعمیر ہوئی جو "جامعہ نظامیہ بغداد" کے نام سے جانی جاتی ہے۔

اس زمانہ میں سلطان الپ ارسلان (متوفی: ۴۶۵ھ) بادشاہ تھا اور نظام الملک طوسی کاروبارِ

ان کے معتمد خاص تھے، آج کی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ وزیر اعظم تھے، نظام الملک کی ترغیب وتحریک پر بادشاہ نے مدارس کے قیام اور اساتذہ وطلبہ کے وظائف کی منظوری دے دی، چنانچہ نظام الملک نے بغداد، بلخ، نیسا پور اور متعدد اہم شہروں میں مدارس کی تعمیر کا آغاز کیا، جو بغداد کے جامعہ نظامیہ کی تعمیر ذی الحجہ ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی اور ۱۰ ذی العقدہ ۴۵۹ھ میں اس کا باضابطہ افتتاح ہوا، مشہور شافعی فقیہ ابواسحاق شیرازی (متوفی: ۴۷۶ھ) جن کی کتاب ''المہذب'' جو فقہ شافعی کی مستند ترین کتاب سمجھی جاتی ہے اور فقہ واصول فقہ اور کلام رجال کے فنون میں متعدد معروف ومنقول کتابیں جن کے قلم فیض رقم کی رہین منت ہیں، وہ اس جامعہ کے استاذ رہے۔

پاک وہند میں مسلم عہدِ حکومت میں دینی مدارس بڑی تعداد میں قائم تھے، قش قلندی نے اپنی مشہور کتاب ''صبح الاعشیٰ'' میں لکھا ہے کہ صرف دلّی میں ایک ہزار مدارس تھے، جن میں ایک فقہ شافعی کا تھا اور باقی فقہ حنفی کا، (صبح الاعشیٰ: ۵/۶۹) مشہور محقق مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے مغربی سیاح ہملٹن سے نقل کیا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد میں صرف شہر ٹھٹھہ میں مختلف علوم وفنون کے چار سو مدارس قائم تھے، (نظام تعلیم وتربیت: ۱/۴۱۷) بیجاپور میں محمود گاواں نے جس درسگاہ کی تعمیر کی تھی اس کے ٹوٹے کھنڈرات سے آج بھی اس کی عظمت نمایاں ہے، بیجاپور کے سلاطین میں محمد عادل شاہ ایسا علم پرور بادشاہ تھا کہ اس نے مدرسہ کے طعام خانہ مین روزانہ طلبہ کے لئے بریانی کا نظم رکھا تھا اور ہر طالب علم کو اس کے علاوہ ایک ''ہون'' (اس زمانہ کا سکہ) بطور وظیفہ دیا جاتا تھا۔ (نظام تعلیم وتربیت: ۱/۴۱۹)

جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا سورج غروب ہوا، تو دین اور امت کے گھلنے والے بزرگوں کو فکر ہوئی کہ کسی طرح اس ملک میں مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کو سروسامان کیا جائے، اس مقصد کے لئے خوب سوچ سمجھ کر دینی مدارس کے قیام کی کوشش کی گئی اور شہر شہر، گاؤں گاؤں ان مدارس ومکاتب کا جال بچھایا گیا، اس سعی محمود اور جہد مسعود میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلفاء اور مجازین پیش پیش رہے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی جو بلند پایہ عالم بھی تھے اور ہندومت، عیسائیت اور مذاہب باطلہ کے مقابلہ دندان شکن مناظر بھی اور عظیم سماجی مصلح بھی، انہوں نے مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، جواز ہر ہند کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کے فیض کی شعائیں دنیا کے کونہ کونہ کو روشن کر رہی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جاں گسل حالات کے باوجود آج اس ملک میں اس شان وبان کے ساتھ اسلام کا باقی رہنا دینی مدارس ہی کی دین ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے اور آج ملک کے گوشہ گوشہ میں مخلص اور دین دار مسلمانوں کے تعاون سے ایسی درس گاہیں چل رہی ہیں۔ مسلمانوں اور علم کے پروانوں کے لئے یہ خوبصورت ترین میراث ہے۔

☆......☆